Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies (MJIS)
ISSN 3007-3820 (Print) | 3007-3812 (Online)
(January-June) 2026, 4: 1 (30-49)

محی الدین جرنل آف اسلامک اسٹڈیز
(جنوری–جون ۲۰۲۶)، ۴: ۱

قرآن کا اصلاحی منہج اور کیفیاتِ ثلاثہ کے تناظر میں انسانی رویّوں کی تشکیل: سورۃ المعارج کا تحقیقی مطالعہ

Qur'anic Reformative Methodology (QRM) and the Formation of Human Behaviour in the Context of the Three Human States: A Study of Sūrah al-Maʿārij

Dr. Shehbaz Shabbir [a] & Muhammad Shamas Zaheer [b]

[a] Lecturer, Institute of Islamic Studies, Mirpur University of Science and Technology (MUST), Mirpur AJ&K

[b] M-Phil Scholar, Institute of Islamic Studies, Mirpur University of Science and Technology (MUST), Mirpur AJ&K.

Corresponding author Email: shehbaz.iis@must.edu.pk

How to cite: Dr. Shehbaz Shabbir & Muhammad Shamas Zaheer, "*Qur'anic Reformative Methodology (QRM) and the Formation of Human Behaviour in the Context of the Three Human States: A Study of Sūrah al-Maʿārij,*" *Mohi-ud-Journal of Islamic Studies* 4, no. 1 (2026):30-49.

ABSTRACT

The Qur'an presents a comprehensive reformative methodology for nurturing balanced human behaviour by recognizing innate psychological tendencies and directing them toward moral and spiritual excellence. This study examines the QRM in the context of the three human states portrayed in Sūrah al-Maʿārij (70:19–35), highlighting its significance for addressing contemporary moral, psychological, and social challenges. Employing a qualitative approach based on thematic Qur'anic analysis the study explores how the sūrah diagnoses negative human dispositions such as anxiety, impatience, and selfishness and transforms them through a systematic reformative process. The findings reveal that QRM establishes an integrated framework beginning with spiritual discipline and progressing toward ethical and social responsibility. Regular prayer cultivates self-discipline, charitable giving moderates material attachment, belief in the Hereafter strengthens accountability, God-consciousness restrains unethical conduct, while honesty and trustworthiness promote social harmony. It recommends integrating Qur'anic ethical principles into educational curricula, character-development programs, and community-based initiatives to foster responsible, compassionate, and morally conscious individuals.

Keywords: QRM, Sūrah al-Maʿārij, Three Human States, Behavioural Reform, Moral Development

Mention in the table a brief sketch of Second author's Contribution:- (Maximum two Authors allowed only):
Both authors developed the paper and second author played supervisory role

C

All Contents of this publication is copyrighted and property of *Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies*, and restricted to commercial use. It allows Research uses only, provided that original author(s) and sources should be credited with a proper academic referencing.

تمہید

قرآنِ مجید کا بنیادی مقصد انسان کی ہدایت اور معاشرے کی اصلاح ہے۔ یہ کتاب انسان کی فطری کمزوریوں، نفسی میلانات اور سماجی رویّوں کو نہایت واقعیت پسندانہ انداز میں بیان کرتی ہے اور ساتھ ہی ان کی اصلاح کے عملی اصول بھی واضح کرتی ہے۔ عصرِ حاضر میں انسان اخلاقی انتشار، نفسی بے چینی اور سماجی عدم توازن کا شکار ہے۔ خود غرضی، حرص، بے صبری اور عدم انفاق جیسے رویّے فرد اور معاشرے دونوں کو کمزور کر رہے ہیں۔ سورۂ معارج میں قرآن انسانی فطرت کی ان بنیادی کیفیات کا ذکر کر کے ایک اصلاحی فریم ورک عطا کرتا ہے، جس رویّوں کی مثبت تشکیل کی میں مدد فراہم ہوتی ہے۔

تحقیق کا بنیادی سوال

زیرِ نظر مقالے کا بنیادی سوال یہ ہے کہ سورۂ معارج میں بیان کردہ کیفیاتِ ثلاثہ کو قرآن کس اصلاحی منہج کے ذریعے متوازن اور مہذب انسانی رویّوں میں تبدیل کرتا ہے؟

سابقہ تحقیق کا جائزہ

قرآن میں انسانی فطرت کے موضوع پر متعدد تفسیری اور موضوعاتی مطالعات موجود ہیں، جن میں انسان کی کمزوریاں، اخلاقی امتحانات اور تزکیۂ نفس پر بحث کی گئی ہے۔ کیفیاتِ ثلاثہ پر بھی مفسرین نے لغوی اور اخلاقی توضیحات پیش کی ہیں، تاہم یہ مباحث عموماً تشریحی نوعیت کے رہے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک مقالہ سورہ المعارج میں انسانی کیفیات ثلاثہ کا تجزیاتی مطالعہ، مقالہ نگار: شہباز احمد، نگران مقالہ: ڈاکٹر ضیاء اللہ، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن، مقالہ برائے ایم فل بھی لکھا گیا ہے جس میں ان کیفیات کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔

عمومی قرآنی اخلاقیات اور سورۂ معارج کی تفسیری تشریحات تو دستیاب ہیں، مگر کیفیاتِ ثلاثہ کو قرآن کے اصلاحی منہج کے ساتھ جوڑ کر انسانی رویّوں کی تشکیل کے زاویے سے کم ہی دیکھا گیا ہے۔ اس تحقیق کا امتیاز یہ ہے کہ:

1. کیفیاتِ ثلاثہ کو اصلاحی عمل کے نقطۂ آغاز کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔
2. فرد سے معاشرے تک رویّوں کی تشکیل کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔

3. محض تجزیہ نہیں بلکہ قرآنی اصلاح اور عملی تشکیل کو محور بنایا گیا ہے۔

تحقیق کی افادیت و اہمیت

یہ تحقیق قرآنی اصلاحی فکر کو عصرِ حاضر کے فکری، اخلاقی اور سماجی تناظر میں پیش کرنے کی ایک سنجیدہ علمی کوشش ہے۔ آج کا انسان جن پیچیدہ مسائل سے دوچار ہے، وہ صرف مادی یا سائنسی نوعیت کے نہیں بلکہ بنیادی طور پر اخلاقی اور نفسی نوعیت کے ہیں۔ اس پس منظر میں قرآن کی اصلاحی تعلیمات کو جدید انسانی مسائل سے جوڑ کر پیش کرنا نہایت اہم ہے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ قرآن محض ماضی کی کتاب نہیں بلکہ ہر دور کے انسان کی عملی رہنمائی کی کامل صلاحیت رکھتا ہے۔

انسانی رویّوں کے موجودہ بحران جیسے حرص، بے چینی، عدمِ برداشت، بخل، خود غرضی اور معاشرتی بے حسی وغیرہ افراد اور معاشروں دونوں کے لیے خطرناک نتائج پیدا کر رہے ہیں۔ یہ تحقیق اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ قرآن ان رویّوں کو صرف اخلاقی خرابی قرار نہیں دیتا، بلکہ ان کی نفسی جڑوں کی تشخیص کر کے ایک مؤثر اصلاحی حل بھی فراہم کرتا ہے۔ سورۂ معارج میں بیان کردہ کیفیاتِ ثلاثہ اور ان کا قرآنی حل آج کے انسان کے لیے ایک واضح اخلاقی اور عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

نظری فریم: انسانی رویّوں کی تشکیل

انسانی رویّوں کی تشکیل کو جدید نفسیات اور سماجی علوم میں ایک منظم اور تدریجی عمل کے طور پر متعین کیا گیا ہے۔ اس عمل میں انسان کا طرزِ عمل نہ محض فطری تقاضوں کا نتیجہ ہوتا ہے اور نہ ہی وقتی ردِ عمل کا، بلکہ یہ اس کی داخلی کیفیات، شعوری تربیت، مسلسل عادات اور سماجی ماحول کے باہمی تعامل سے تشکیل پاتا ہے۔ بانڈورا کے مطابق انسانی رویّے صرف اندرونی خواہشات کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ انسان دوسروں کو دیکھ کر، ان کی نقل کر کے، اور سماجی ماحول سے اثر لے کر رویّے سیکھتا ہے۔[1]

1. jzen, I. (1991). The theory of planned behavior. Organizational Behavior and Human Decision Processes, 50(2), 179–211

انسانی رویّہ محض وقتی جذبے کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے سوچ، ماحول اور اختیار کا احساس کام کر رہا ہوتا ہے۔ اجزن کے نظریے کے مطابق انسان اسی عمل کی طرف بڑھتا ہے جسے وہ درست سمجھتا ہے، جسے اس کا ماحول قبول کرتا ہے، اور جس کے کرنے کی صلاحیت وہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ اس اعتبار سے رویّوں کی اصلاح کے لیے انسان کی فکر، اس کے ماحول اور اس کے اندرونی اعتماد—تینوں کی تربیت ضروری ہے۔[2]

نفسیاتی اصولوں کے مطابق انسانی رویّوں کی تشکیل تین بنیادی جہات پر قائم ہوتی ہے۔ پہلی جہت انسان کی داخلی کیفیت ہے، جس میں اس کے جذبات، میلانات اور فوری ردِ عمل شامل ہوتے ہیں۔ دوسری جہت وہ عملی عادات اور رویّے ہیں جو مسلسل تکرار کے ذریعے شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ تیسری جہت سماجی ماحول ہے، جو فرد کے رویّوں کو تقویت یا تحدید فراہم کرتا ہے۔ ان تینوں عناصر کا باہم ربط انسان کی شخصیت کو ایک متعین طرزِ عمل کی طرف لے جاتا ہے۔[3]

مثبت رویّوں کی تشکیل کا دارومدار داخلی نظم، ضبطِ نفس اور شعوری فیصلہ سازی پر ہوتا ہے، جبکہ منفی رویّے عموماً بے قابو جذبات، جلد بازی اور غیر متوازن ردِ عمل کے نتیجے میں جنم لیتے ہیں۔ اس لیے رویّوں کی حقیقی اصلاح صرف معلومات یا اخلاقی ہدایات سے ممکن نہیں، بلکہ اس کے لیے داخلی تربیت، مسلسل مشق اور ایک مضبوط اخلاقی فریم کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہی بنیادی اصول قرآنی منہج میں ایک جامع اور مربوط صورت میں سامنے آتے ہیں۔ قرآن انسانی رویّوں کی اصلاح کو براہِ راست باطن کی تربیت سے وابستہ کرتا ہے اور عبادت، اخلاقی ذمہ داری، اور آخرت کے شعور کے ذریعے انسان کے اندر ایسا داخلی نظم پیدا کرتا ہے جو اس کے ظاہر ہونے والے رویّوں کو تبدیل کر دیتا ہے۔ اس طرح قرآنی اصلاحی منہج کو انسانی رویّوں کی تشکیل کا ایک مکمل اور ہمہ گیر نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے، جو فرد کی نفسی ساخت سے آغاز کر کے اس کے عملی اور سماجی کردار تک اثر انداز ہوتا ہے۔

---

2. Ajzen, I. (1991). The theory of planned behavior. *Organizational Behavior and Human Decision Processes*, *50*(2), 179–211.

3. Lally, P., Van Jaarsveld, C. H. M., Potts, H. W. W., & Wardle, J. (2010). How are habits formed: Modelling habit formation in the real world. European Journal of Social Psychology, 40(6), 998–1009.

اسی نظری بنیاد پر سورۂ معارج کی آیات کو دیکھا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہاں پہلے انسانی رویّوں کی داخلی بنیاد کو متعین کیا گیا ہے اور پھر ایک ترتیب کے ساتھ ان کی اصلاح کے لیے ایسا نظام پیش کیا گیا ہے جو فرد کے باطن سے شروع ہو کر اس کے اجتماعی رویّے تک پہنچتا ہے۔

سورہ المعارج میں کیفیات ثلاثہ کا تعارف

سورۂ معارج کو ایک اصلاحی ماڈل کے طور پر دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن انسانی رویّوں کی تشکیل کے لیے ایک مکمل علمی ترتیب پیش کرتا ہے، جس میں داخلی کیفیت کی تشخیص سے آغاز کر کے عبادت کے ذریعے نظم پیدا کیا جاتا ہے، پھر عملی عادات کے ذریعے رویّے تشکیل پاتے ہیں، اور بالآخر یہی رویّے سماجی اخلاق اور اجتماعی توازن کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

کیفیات ثلاثہ سے مراد وہ تین انسانی کیفیات (حالات یا کمزوریاں) ہیں جو سورہ المعارج کی ابتدائی آیات (19-21) میں بیان ہوئی ہیں۔ یہ انسان کی فطری اور اصلاحی منہج کے پیشِ نظر وہ بنیادی خامیاں ہیں جن سے نکلنا مومن کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

تین کیفیات درج ذیل ہیں

۱۔ ہَلُوع (بے صبرا/مضطرب)

﴿إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا﴾۔[4]

معنی: بہت زیادہ بے چین، تنگ دل، اور جلد باز

لغوی مفہوم: عربی میں هَلَعَ کا مادہ شدید گھبراہٹ، اضطراب اور بے قراری کے لیے آتا ہے۔ ہلوع اس شخص کو کہتے ہیں جو اندرونی طور پر بے ثبات ہو، مستقبل کے خوف اور حال کی بے اطمینانی میں گھرا رہے، اور کسی ایک حال پر ٹھہر نہ سکے۔

4. Al-Qur'ān, 70: 19.

الهَلَعُ: بُعْدُ الحِرْصِ. رجُلٌ هَلِعٌ هَلُوعٌ هِلْوَاعٌ هِلْوَاعَةٌ: جُزوعٌ حَرِيصٌ.[5]

ہلع کا مطلب انتہا درجے کی لالچ، جو آدمی لالچ میں انتہائی بے صبر ہو اسے رجل ہلع ہلوع وغیرہ بولا جاتا ہے۔

نفس پر اثر: ہلوعیت انسان کے اندر مستقل عدمِ تحفظ (insecurity) پیدا کرتی ہے۔ ایسا انسان ہمیشہ یہ اندیشہ رکھتا ہے کہ کہیں اس کے ہاتھ سے کچھ چھن نہ جائے۔ اسی نفسی کیفیت سے حرص جنم لیتی ہے، کیونکہ انسان زیادہ جمع کر کے خود کو محفوظ سمجھتا ہے، مگر یہ تحفظ کبھی حاصل نہیں ہوتا، اس لیے بے چینی بڑھتی جاتی ہے۔

رویّوں پر اثر: ہلوع انسان عملی زندگی میں جلد باز، غیر متوازن اور خود مرکز بن جاتا ہے۔ وہ فیصلے خوف کی بنیاد پر کرتا ہے، نہ کہ حکمت پر۔ ایسے رویّے معاشرتی سطح پر عدمِ اعتماد، مقابلہ آرائی اور حرص پر مبنی معاشی رویّوں کو جنم دیتے ہیں۔

۲۔ جزوع (گھبرایا ہوا / فریادی)

﴿إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا﴾ [6]

معنی: مصیبت آنے پر چیخنے پکارنے والا، اللہ کی تقدیر پر راضی نہ ہونے والا

لغوی مفہوم: جزع عربی میں دل کا ٹوٹ جانا، حوصلے کا بکھر جانا اور شدید گھبراہٹ کا اظہار ہے۔ جزوع وہ شخص ہے جو آزمائش یا تکلیف کے وقت ضبطِ نفس کھو بیٹھے۔ جزوعا: جزع (باب سمع) مصدر سے بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے گھبرا جانے والا اضطراب کرنے والا۔ جمھرۃ اللغۃ میں اس کا معنی یوں بیان ہوا ہے:

جزع الرجل يجزع جزعا من مُصِيبَة أَو ألم.[7]

جزع: آدمی گھبرا اٹھا یعنی وہ مصیبت اور غم کی گھڑی میں گھبرا کر واویلا کرنا شروع کر دیتا ہے۔

---

5. Abu ‘Abd al-Rahman al-Khalil ibn Ahmad ibn ‘Amr ibn Tamim al-Basri Al-Farahidi (d. 170 AH), *Kitab al-‘Ayn* (Bairut: Dar wa Maktabat al-Hilal, n.d), 1: 107.

6. Al-Qur’ān, 70: 20.

7. Abu Bakr Muhammad ibn al-Hasan ibn Duraid al-Azdi, *Jamhurat al-Lughah* (Bairut: Dār al-ʿIlm lil-Malāyīn,1987), 1: 469.

امام طبری نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

(إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا) يقول: إذا قلّ ماله وناله الفقر والعدم فهو جزوع من ذلك، لا صبر له عليه۔[8]

جب انسان کے پاس مال و دولت کم ہو جاتا ہے اور اس کو فقر لاحق ہو جاتا ہے تو وہ بے صبر ہو کر واویلا کرنے لگتا ہے۔

نفسی اثر: جزوعیت انسان کو نفسی طور پر کمزور بنا دیتی ہے۔ ایسا فرد وقتی مسائل کو دائمی سمجھنے لگتا ہے، مایوسی، شکوہ اور احساسِ شکست اس پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت میں انسان اپنی اصل طاقت اور وسائل بھول جاتا ہے۔

رویّوں پر اثر: جزوع انسان بحران کے وقت منفی ردِ عمل ظاہر کرتا ہے۔ یا تو وہ حالات سے بھاگتا ہے یا دوسروں کو موردِ الزام ٹھہراتا ہے۔ معاشرتی سطح پر یہ رویّہ بے صبری، عدمِ برداشت اور انتشار کو جنم دیتا ہے، کیونکہ ایسے افراد اجتماعی دباؤ میں توازن برقرار نہیں رکھ پاتے۔

۳۔ مَنُوع (روکنے والا / بخیل)

﴿وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا﴾[9]

معنی: نعمت ملنے پر کنجوس ہو جائے، دوسروں کا حق روک لے

لغوی مفہوم: منع کا مطلب روک لینا اور بند کر دینا ہے۔ منوع وہ شخص ہے جو نعمت ملنے پر اسے دوسروں کے ساتھ بانٹنے سے رک جائے، بلکہ اکثر خود بھی دل سے اس سے لطف اندوز نہ ہو سکے۔

معجم دیوان الادب کے مطابق

---

8. Muhammad ibn Jarir ibn Yazid ibn Kathir ibn Ghalib Al-Tabari (d. 310 AH), *Jami' al-Bayan fi Ta'wil Ai al-Qur'an* (Egypt: Dār Hajar lil-Ṭibāʿah wa-al-Nashr wa-al-Tawzīʿ wa-al-Iʿlān al-Qāhirah, 2001), 23: 611.

9. Al-Qur'ān, 70: 21.

ويُقالُ للرَّجُلِ إذا كان خبًا. مَنوعاً: إنه لَخَبٌّ ضبٌّ۔[10]

جب کوئی آدمی بہت زیادہ منع کرنے والا اور روکنے والا ہو تو اسے خب ضب کہا جاتا ہے۔

قاضی بیضاوی نے بھی اس حوالے سے خصوصی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

وَإِذا مَسَّهُ الْخَيْرُ السعة مَنُوعاً يبالغ بالإمساك والأوصاف الثلاثة أحوال مقدرة أو محققة لأنها طبائع جبل الإنسان عليها وإِذا الأولى ظرف ل جَزُوعاً والأخرى ل مَنُوعاً.[11]

جب اس کو خیر پہنچتی ہے یعنی نیکی و سعادت تو اس کو (دوسروں کو عطا کرنے کے حوالے سے) روکنے میں مبالغہ کی حد تک بڑھ جاتا ہے۔ یہ تینوں اوصاف حق اور سچ ہیں کیونکہ ان کا تعلق انسانی طبیعت کے ساتھ ہے۔ پہلا (مسه الشر) جزوعا کی ظرف ہے اور دوسرا منوعا کی۔

نفسی اثر: منوعیت کا تعلق احساسِ عدمِ کفایت (scarcity mindset) سے ہے۔ انسان کے پاس چاہے کتنا ہی ہو، وہ اندر سے محرومی محسوس کرتا ہے۔ وہ نعمت کو نعمت کے بجائے خطرہ سمجھنے لگتا ہے—کہ کہیں دینے سے کم نہ ہو جائے۔

رویّوں پر اثر: یہ کیفیت عملی زندگی میں بخل، سرد مہری اور سماجی بے حسی پیدا کرتی ہے۔ ایسے افراد اجتماعی ذمہ داریوں سے کتراتے ہیں، معاشرتی تعاون کمزور ہو جاتا ہے، اور دولت گردش کے بجائے جمود کا شکار ہو جاتی ہے، جو سماجی ناہمواری کو بڑھاتی ہے۔

ان تینوں کیفیات کو ایک ساتھ دیکھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن انسان کی فطرت کو نہ تو مثالی بنا کر پیش کرتا ہے اور نہ ہی مایوس کن۔ بلکہ وہ یہ دکھاتا ہے کہ انسان اگر بے تربیت چھوڑ دیا جائے تو اس کے رویّے خوف،

10. Abu Ibrahim Ishaq ibn Ibrahim ibn al-Husayn Al-Farabi (d. 350 AH), *Mu'jam Diwan al-Adab*, al-Qāhirah Egypt:: Muʾassasat Dār al-Shaʿb lil-Ṣiḥāfah wa-al-Ṭibāʿah wa-al-Nashr, 1996), 1:33.

11. Nasir al-Din Abu Sa'id 'Abd Allah ibn 'Umar ibn Muhammad al-Shirazi Al-Baydawi (d. 685 AH), *Anwar al-Tanzil wa Asrar al-Ta'wil* (Beirut: Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi, 1418 AH), 5: 246.

حرص اور خود غرضی کے گرد گھومنے لگتے ہیں۔ یہی تشخیص آگے چل کر سورۂ معارج میں اصلاحی منہج کی بنیاد بنتی ہے، جہاں ان ہی نفسی کیفیات کے مقابل ایک تربیت یافتہ، متوازن اور ذمہ دار انسان کا تصور پیش کیا جاتا ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری ان تینوں کیفیات کو اپنے حروف میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ ”اب ان تین آیات کو دوبارہ پڑھیے۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی سرشت میں تین عیب ہیں ایک تو وہ حریص اور کم ظرف ہے۔ ایسے چیزوں کو بھی ہڑپ کرنے کے لیے بے تاب رہتا ہے جو اس کے لیے حلال نہیں ہوتیں۔ اس کی کوششیں ہر قیمت پر دولت سمیٹنے کے لیے وقف رہتی ہیں۔ خواہ دولت رشوت سے ملے یا لوٹ کھسوٹ سے ملے چوری و رہزنی سے ملے قوم کی غذائی اجناس کو سمگل کر کے ملے یا قوم و وطن سے غداری کر کے ملے وہ باز نہیں آتا ایسے لالچی کو عربی میں ھلوع کہا جاتا ہے۔ دوسرا نقص اس میں یہ ہے کہ وہ جزع ہے بہت گھبرا جانے والا جب مصائب کی گھٹا اس کی زندگی کے افق پر نمودار ہوتی ہے تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں اوسان خطا ہو جاتے ہیں امید کی کوئی کرن اس کو نظر نہیں آتی۔ تیسرا نقص یہ ہے کہ وہ سخت کنجوس سخت بخیل ہے کسی ملی یا قومی مقصد کے لیے کسی نادار اور فقیر کی امداد کے لیے ایک دمڑی بھی خرچ نہیں کرتا۔ اب خود سوچیے کہ جس شخص میں حرص اتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو کہ وہ حلال و حرام کی تمیز سے بھی قاصر ہو، جو مصیبت کے وقت اپنے اوسان خطا کر بیٹھے اور مایوس ہو کر اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر ڈال دے یا جب وہ دولت مند اور مالدار ہو تو کنجوس مکھی چوس بن جائے تو کیا ایسے شخص کا وجود اپنے ملک وملت کے لیے باعث ننگ و عار نہیں ہوتا؟ اس سے اس کی بستی والے بھی نفرت کرتے ہیں اس کے گھر والے بھی اس سے بیزار ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے لیے بھی وبال بن جاتا ہے۔[12]

کیفیات ثلاثہ کے بارے میں قرآن کا اصلاحی منہج

قرآنِ مجید جب انسان کی اصلاح کی بات کرتا ہے تو وہ کسی خیالی یا مثالی انسان سے گفتگو نہیں کرتا، بلکہ اسی انسان کو مخاطب بناتا ہے جو خواہشات، خوف، حرص اور بے چینی کے ساتھ جیتا ہے۔ قرآن انسان کو سب سے پہلے یہ نہیں کہتا کہ کیا بنو، بلکہ پہلے یہ بتاتا ہے کہ تم اصل میں کیا ہو۔ یہ قرآن کے اصلاحی منہج کی سب سے بنیادی اور قابلِ قبول بات ہے۔

---

12. Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari, *Tafsir Ziya' al-Qur'an* (Lahore: Ziya' al-Qur'an Publications, 1995), 5: 364–365.

قرآنِ مجید انسان کی اصلاح کا آغاز کسی اخلاقی حکم یا عملی فہرست سے نہیں کرتا، بلکہ سب سے پہلے انسان کو اس کی اصل نفسی حقیقت سے روشناس کراتا ہے۔ سورۂ معارج میں فرمایا گیا:

﴿إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا۝إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا۝وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا﴾[13]

یہ آیات انسان کی کوئی اخلاقی مذمت نہیں بلکہ اس کی نفسی ساخت کی حقیقت بیان کرتی ہیں۔ قرآن یہاں یہ نہیں کہتا کہ انسان برا ہے، بلکہ یہ کہتا ہے کہ انسان اگر بے مہار چھوڑ دیا جائے تو بے چینی، بے صبری اور خود غرضی اس پر غالب آ جاتی ہے۔ یہ قرآن کا اصلاحی نقطۂ آغاز ہے: انسان کو اس کی نفسی حقیقت میں بے نقاب کرنا، تاکہ وہ خود کو پہچان سکے۔ جدید ذہن کے لیے یہ بات اس لیے بھی قابلِ قبول ہے کہ ہر حقیقی اصلاح self-awareness سے شروع ہوتی ہے، اور قرآن کی اصلاح بھی یہی سے شروع ہوتی ہے۔

انسانی فطرت کی اس تشخیص کے فوراً بعد قرآن انسان سے یہ تقاضا نہیں کرتا کہ وہ اپنی فطرت بدل لے، بلکہ یہ بتاتا ہے کہ اس فطرت پر کنٹرول کیسے پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے اگلی آیت میں فرمایا:

﴿إِلَّا الْمُصَلِّينَ﴾[14] سوائے نماز پڑھنے والوں کے۔

نماز پڑھنے والے اپنی اس فطری کمزوری پر قابو پا لیتے ہیں۔ وہ نہ تکلیف پہنچنے پر واویلا مچاتے ہیں اور نہ آسائش کے حاصل ہونے پر محتاجوں کا حق ادا کرنے سے بخل برتتے ہیں۔ واضح رہے کہ نماز کا یہ اثر ان لوگوں کی زندگیوں میں نمایاں ہوتا ہے جو شعور کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔[15]

یہاں لفظ إِلَّا پورے اصلاحی منہج کی کنجی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی اصل میں کمزور ہے، مگر ایسا انسان بھی ممکن ہے جو اس کمزوری سے اوپر اٹھ جائے۔ نماز یہاں محض ایک عبادت نہیں بلکہ انسان کے اندر نظم، ضبطِ نفس اور شعوری بیداری پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ قرآن یہ نہیں کہتا کہ بے چینی ختم ہو جائے گی، بلکہ یہ کہتا ہے کہ نماز انسان کو بے چینی کے باوجود سنبھلنا سکھاتی ہے۔

---

13. Al-Qur'ān, 70: 19-21.
14. Al-Qur'ān, 70: 22.
15. Shams Pirzada, *Tafsir Da'wat al-Qur'an* (Lahore: Dar al-Andalus, 2001, 4: 323.

اسی تسلسل میں قرآن ان لوگوں کی مزید صفات بیان کرتا ہے جو اپنی نفسی کمزوریوں کو قابو میں لے آتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ﴾[16] اور وہ لوگ جو اپنی نماز پر ہمیشگی اختیار کرتے ہیں۔

یہاں دَائِمُونَ کا لفظ اصلاح کے تسلسل کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی اصلاح کوئی وقتی جوش نہیں بلکہ مستقل تربیت کا نام ہے۔ قرآن انسان کو فوراً کامل نہیں بناتا، بلکہ اسے روزمرہ کی سطح پر بہتر بناتا ہے۔

پھر قرآن انسان کی سب سے گہری کمزوری "خود غرضی" کو سماجی ذمہ داری میں بدلتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۔لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾[17]

" اور وہ لوگ جن کے مالوں میں ایک مقررہ حق ہے۔ (اور وہ حق) مانگنے والے اور بے نصیب کے لیے ہے۔"

یہاں قرآن زکوٰۃ کا فقہی حکم بیان نہیں کر رہا، بلکہ ایک بدلے ہوئے انسان کی باطنی کیفیت دکھا رہا ہے۔ جو انسان پہلے منوع تھا، اب وہ اپنے مال کو امانت سمجھنے لگا ہے۔ یہ تبدیلی قانون سے نہیں، بلکہ اندرونی اصلاح سے پیدا ہوئی ہے۔ یہی قرآنی اصلاح کا اصل طریقہ ہے: کردار بدلے، تو رویّہ بدلے، اور رویّہ بدلے تو معاشرہ خود متوازن ہو جائے۔

یہ ان مومنوں کی صفات میں سے ایک صفت ہے جو سورہ المعارج کی آیات (23-35) میں بیان ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے آیات (19-22) میں انسان کی فطری کمزوریوں (ہَلُوع، جَزُوع، مَنُوع) کا ذکر تھا، پھر ان کمزوریوں سے بچنے والوں کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں، جن میں سے دو یہ ہیں:

1. نماز کی پابندی (آیت 23)
2. مال میں مقررہ حق (زکوٰۃ یا صدقہ) دینا

16. Al-Qur'ān, 70: 23.
17. Al-Qur'ān, 70: 24-25.

"حق معلوم" سے مراد وہ مقررہ حصہ ہے جو اللہ نے مال میں رکھا ہے، جیسے زکوٰۃ، یا نفل صدقات۔

"سائل" وہ ہے جو مانگ کر اپنی ضرورت ظاہر کرے، اور "محروب" وہ ہے جو مانگ نہیں سکتا (شرم، تکبر، یانااہلی کی وجہ سے)، یا جسے لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔

پھر قرآن خوفِ آخرت کو اصلاح کی جڑ بناتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ• وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ﴾ [18]

"اور وہ لوگ جو یومِ جزا (قیامت کے دن) کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے (اور خوفزدہ) ہیں۔"

یہاں اصلاح بیرونی نگرانی سے نہیں بلکہ اندرونی جواب دہی سے جڑی ہوئی ہے۔ انسان اس لیے سنبھلتا ہے کہ اسے معلوم ہے کہ اس کا ہر عمل معنی رکھتا ہے۔ یہی احساس انسان کو بے قابو حرص اور بے صبری سے نکالتا ہے۔

آخر میں قرآن وہ سماجی اوصاف ذکر کرتا ہے جو اس اندرونی اصلاح کا فطری نتیجہ ہیں:

﴿وَالَّذِينَ هم لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ• وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾ [19]

"اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد (کی حفاظت) کا خیال رکھنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔"

یہاں کسی ریاستی نظام یا قانون کی بات نہیں، بلکہ ایک ایسے انسان کی تصویر ہے جو خود اپنے اندر سے ذمہ دار بن چکا ہے۔ قرآن یوں بتاتا ہے کہ جب انسان اپنی نفسی حقیقت کو پہچان کر نظمِ نفس سیکھ لیتا ہے تو دیانت، اعتماد اور عدل خود بخود سماج میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

---

18. Al-Qur'ān, 70: 26-27.
19. Al-Qur'ān, 70: 32-33.

سورۂ معارج میں ﴿إِلَّا الْمُصَلِّينَ﴾ کے ذریعے جو استثنائی نسخہ متعارف کرایا گیا ہے، اوہ استثنا آیات 22 سے 35 تک مسلسل پھیلا ہوا ہے جہاں ایک تربیت یافتہ انسان کی مکمل تصویر رکھی گئی ہے۔

1. آیات 22–23 میں ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو نماز پر دوام کے ذریعے اپنی داخلی زندگی میں نظم اور استقامت پیدا کر لیتے ہیں۔
2. آیات 24–25 میں انسان کی یہ استثنائی صفت بیان ہوتی ہے کہ وہ اپنے مال میں سائل اور محروم کا ایک معین حق تسلیم کرتا ہے۔
3. آیات 26–27 میں یومِ جزا پر یقین اور رب کے عذاب کا خوف اس استثنا کا حصہ بنایا گیا ہے، جو انسان کو بے قابو رویّوں سے روکتا ہے۔
4. آیات 28–31 میں اخلاقی ضبط، خصوصاً خواہشات پر کنٹرول اور پاکیزگی، اس استثنائی کردار کا لازمی وصف بتایا گیا ہے۔
5. آیات 32–33 میں امانت و وعدہ کی پاسداری اور حق گواہی پر قائم رہنا اس اصلاح یافتہ انسان کی سماجی شناخت کے طور پر سامنے آتا ہے۔
6. آیات 34–35 میں دوبارہ نماز کی حفاظت کا ذکر کر کے اس استثنائی اصلاحی دائرے کو مکمل کیا جاتا ہے اور اس انجام کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو ایسے افراد کے لیے مقرر ہے۔

یوں سورۂ معارج ہمیں دکھاتی ہے کہ قرآن کا اصلاحی منہج انسان سے معاشرے کی طرف چلتا ہے، نہ کہ معاشرے سے انسان پر مسلط ہوتا ہے۔ اصلاح کا آغاز حقیقت کی پہچان سے ہوتا ہے، ارتقا ضبطِ نفس سے، اور تکمیل ایک ذمہ دار اور متوازن معاشرے پر ہوتی ہے۔

کیفیاتِ ثلاثہ اور انسانی رویّوں کی تشکیل

انسان جب اپنی فطری کمزوریوں جیسے بے چینی، بے صبری اور بخل وغیرہ پر قابو پانے کی تربیت سے محروم رہتا ہے تو اس کے اثرات سب سے پہلے فردی سطح پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسا انسان اندرونی اضطراب کا شکار رہتا ہے،

مستقبل کے خدشات اسے سکون سے محروم رکھتے ہیں، اور حال کے دباؤ میں وہ فوری اور جذباتی فیصلے کرتا ہے۔ اس کی سوچ ردِ عمل پر مبنی ہوتی ہے، حکمت پر نہیں۔ مصیبت میں وہ حوصلہ کھو بیٹھتا ہے اور خوشحالی میں خود کو بے نیاز سمجھنے لگتا ہے۔ نتیجتاً اس کی شخصیت میں عدمِ توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ کبھی حد سے زیادہ خوف، کبھی ضرورت سے زیادہ احتیاط، اور کبھی فائدے کی اندھی دوڑ۔ یہ اندرونی انتشار فرد کو نہ خود سے مطمئن رہنے دیتا ہے اور نہ ہی دوسروں کے ساتھ صحت مند تعلق بنانے کی صلاحیت دیتا ہے۔

مسند البزار میں ان بری خصلتوں کے بارے میں روایت ہے کہ

> عَن أبي هُرَيرة، قَالَ: قَالَ رَسُول اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم: أشر ما بالرجل شح هالع وجبن خالع.[20]

> حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ انسان میں جو سب سے بری خصلت ہے وہ کنجوسی ہے جو گھبراہٹ میں ڈال دیتی ہے اور وہ بزدلی ہے جو جان نکال دینے والی ہے۔

سورۂ معارج میں انسانی کمزوریوں کی نشاندہی کے بعد قرآن جس اصلاحی منہج کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس کا عملی نمونہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں پوری وضاحت کے ساتھ نظر آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محض اخلاقی اصول بیان کرنے والے نہیں تھے بلکہ انسانوں کی داخلی کیفیات کو سمجھ کر ان کے مطابق عملی رویّہ اختیار کرنے والے مربّی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانی کمزوریوں کو نہ نظر انداز کرتے تھے اور نہ ہی ان پر انسان کو مطعون کرتے تھے، بلکہ ہر شخص کی نفسی کیفیت کو سامنے رکھ کر اصلاح کا راستہ اختیار فرماتے تھے۔ اسی حقیقت کی ایک روشن مثال صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جو انسان کے اندر پائی جانے والی بے چینی، بے صبری اور عدمِ استغنا جیسے رجحانات سے براہِ راست جڑی ہوئی ہے۔ روایت ہے کہ

> عَنِ الحَسَنِ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالٌ فَأَعْطَى قَوْمًا وَمَنَعَ آخَرِينَ، فَبَلَغَهُ أَنَّهُمْ عَتَبُوا، فَقَالَ: «إِنِّي أُعْطِي الرَّجُلَ وَأَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِي

---

[20]. Abu Bakr Ahmad ibn ‘Amr ibn ‘Abd al-Khaliq ibn Khallad ibn ‘Ubayd Allah Al-Bazzar (d. 292 AH), *Musnad al-Bazzar* Hadith no. 8816. (Madinah: Maktabat al-‘Ulum wa al-Hikam, 2009),15: 301.

أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِي، أُعْطِي أَقْوَامًا لِمَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الجَزَعِ وَالهَلَعِ، وَأَكِلُ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الغِنَى وَالخَيْرِ» ۔[21]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال آیا اور آپ نے اس میں سے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ کو نہیں دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اس پر کچھ لوگ ناراض ہوئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک شخص کو دیتا ہوں اور دوسرے کو نہیں دیتا اور جسے نہیں دیتا وہ مجھے اس سے زیادہ عزیز ہوتا ہے جسے دیتا ہوں۔ میں کچھ لوگوں کو اس لیے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور بے چینی ہے اور دوسرے لوگوں پر اعتماد کرتا ہوں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو بے نیازی اور بھلائی عطا فرمائی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اصلاحِ انسان کا ایک نہایت باریک اور حقیقی اصول سامنے آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ واضح فرما رہے ہیں کہ عطا اور محرومی کا فیصلہ ظاہری استحقاق یا یکساں تقسیم کی بنیاد پر نہیں، بلکہ انسان کے دل کی کیفیت کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے۔ جن لوگوں کے اندر بے چینی اور اضطراب غالب ہو، اگر ان کے ساتھ سختی یا محرومی کا رویّہ اختیار کیا جائے تو یہ کیفیت سنبھلنے کے بجائے بگڑ سکتی ہے۔ ایسے موقع پر عطا دراصل ان کے لیے سہارا بنتی ہے، تاکہ وہ داخلی انتشار کا شکار نہ ہوں۔

اس کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن افراد کو عطا نہیں کرتے، وہ آپ کو زیادہ محبوب ہوتے ہیں، اس لیے کہ ان کے اندر اندرونی استغنا، مضبوطی اور اخلاقی پختگی موجود ہوتی ہے۔ ان کے لیے محرومی آزمائش نہیں بنتی، بلکہ ان کے صبر اور اعتماد کو مزید نکھارتی ہے۔ اس رویّے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تربیت کا اگلا مرحلہ فعال کر دیتے ہیں، جہاں انسان دنیاوی چیزوں کے بجائے اخلاقی اعتماد کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ عمرو بن تغلبؓ کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ایک جملے کے مقابلے میں دنیا کی قیمتی دولت بھی انہیں محبوب نہیں، اسی تربیت کا واضح نتیجہ ہے۔

21. Muhammad ibn Isma'il Abu 'Abd Allah al-Ju'fi Al-Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Hadith no. 7535 (Egypt: Dar Tawq al-Najah, 1422 AH), 9: 156.

یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت یہ ثابت کرتی ہے کہ قرآن کا اصلاحی منہج صرف نظری نہیں، بلکہ حقیقی انسانی معاشرے میں قابلِ عمل ہے۔ انسانوں کے ساتھ ایک سا سلوک نہیں، بلکہ ایک سا مقصد یعنی شخصیت کی تعمیر اور رویّوں کی اصلاح۔ یہی قرآن اور سیرت کا مشترکہ پیغام ہے، اور یہی اس مقالے کے بنیادی دعویٰ کو عملی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں اس نوع کی بے شمار عملی مثالیں موجود ہیں جو انسانی نفسی کیفیات کے ساتھ حکیمانہ اور اصلاحی تعامل کو واضح کرتی ہیں۔ تاہم اختصار اور طوالت کے خوف کے پیشِ نظر ان تمام مثالوں کا تفصیلی ذکر یہاں ممکن نہیں، اسی لیے چند منتخب نمونوں پر اکتفا کیا گیا ہے، جو اصولی طور پر نبوی منہجِ اصلاح کی مکمل ترجمانی کرتے ہیں۔

نظری فریم اور سورۂ معارج: رویّوں کی تشکیل کی نظامی تعبیر

سورۂ معارج میں بیان کردہ اصلاحی ترتیب کو اگر مجموعی تناظر میں دیکھا جائے تو یہ محض اخلاقی صفات کا بیان نہیں رہتا بلکہ انسانی رویّوں کی تشکیل کا ایک منظم نظام (system) بن کر سامنے آتا ہے۔ اس نظام میں ہر صفت اپنی جگہ مستقل نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کردار ادا کرتی ہے، اور یہی ربط فرد کی شخصیت میں پائیدار تبدیلی پیدا کرتا ہے۔

اس ترتیب میں نماز کو آغاز اور اختتام دونوں مقام پر ذکر کر کے یہ واضح کیا گیا ہے کہ داخلی نظم ہی وہ بنیاد ہے جس پر باقی تمام رویّے قائم ہوتے ہیں۔ اس داخلی نظم کے بغیر نہ رویّوں میں تسلسل پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان میں پائیداری۔ اسی بنیاد پر مال کے بارے میں ذمہ دار رویّہ تشکیل پاتا ہے، جہاں انسان اپنی ذات سے نکل کر دوسروں کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ تبدیلی دراصل اس بات کا اظہار ہے کہ داخلی تربیت عملی رویّے میں ڈھل چکی ہے۔

اسی طرح آخرت پر یقین اور خوفِ خدا کو اس نظام میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ وہ رویّوں کو محض عادت تک محدود نہیں رہنے دیتے بلکہ انہیں شعوری اور ذمہ دارانہ عمل میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ یوں انسان کا طرزِ عمل وقتی حالات یا جذباتی ردِعمل کے تابع نہیں رہتا بلکہ ایک مسلسل اخلاقی شعور کے تحت استوار ہوتا ہے۔

جب یہ تمام عناصر ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں تو ان کا لازمی نتیجہ ایک ایسا سماجی کردار بنتا ہے جو امانت، دیانت اور سچائی پر قائم ہوتا ہے۔ اس مرحلے پر رویّے محض ذاتی نہیں رہتے بلکہ معاشرتی اعتماد اور اجتماعی توازن کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

اس طرح سورۂ معارج کی اصلاحی ترتیب کو ایک مربوط نظام کے طور پر سمجھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن انسانی رویّوں کو تبدیل کرنے کے لیے کسی ایک عامل پر انحصار نہیں کرتا، بلکہ داخلی نظم، عملی تربیت، اعتقادی شعور اور اخلاقی ذمہ داری کو یکجا کر کے ایک ایسا ہمہ گیر ماڈل پیش کرتا ہے جو فرد کو اندر سے بدل کر معاشرے پر اثر انداز کرتا ہے۔

فرد سے معاشرے تک: اصلاحی منہج کے عملی اثرات

سورۂ معارج میں پیش کیا گیا اصلاحی منہج سب سے پہلے انسان کے باطن کو منظم کرتا ہے، اور یہی باطنی نظم آگے چل کر مثبت انسانی رویّوں کی نشوونما کا سبب بنتی ہے۔ جب فرد نماز، صبر، انفاق اور ذمہ داری جیسے اوصاف اختیار کرتا ہے تو اس کے رویّوں میں ٹھہراؤ، اعتدال اور سنجیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسا انسان جذبات کے فوری دباؤ میں بہنے کے بجائے حالات کو سمجھ کر ردِ عمل دیتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کی شخصیت اعتماد، تحمل اور اخلاقی شعور کا مظہر بن جاتی ہے۔ سید قطب شہید کے بقول

"یہ شعور کہ محتاجوں اور محروم لوگوں کا بھی دولت میں حصہ ہے ایک زاویہ سے تو اللہ کے فضل کا شعور ہے اور دوسری جانب سے انسانی اخوت کا شعور ہے جبکہ نفسیاتی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بخل اور کنجوسی کے بندھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے اور یہ ایک اجتماعی ضمانت میں بھی ہے۔ لہٰذا معاشرے کے مالی حقوق ادا کرنے میں بہت فائدے ہیں۔ غرض زکوۃ وصدقات میں نفسانی، ذاتی اور معاشرتی فائدے ہیں۔ اور یہاں اس کا ذکر انسان کے نفسیاتی علاج کے حوالے سے ہے۔"[22]

---

22. Sayyid Qutb (Shaheed), *Fi Zilal al-Qur'an* (Beirut: Dar al-Shuruq,2017), 6: 3298.

یہی مثبت فرد جب معاشرتی دائرے میں داخل ہوتا ہے تو اس کے اثرات سماجی عدل، تعاون اور اخلاقی توازن کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ مال کے بارے میں ذمہ دار رویّہ معاشی ناہمواری کو کم کرتا ہے، امانت و دیانت سماجی اعتماد کو مضبوط بناتی ہے، اور صبر و تحمل اختلافِ رائے کو تصادم کے بجائے مکالمے میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یوں معاشرہ محض قوانین کے بل پر نہیں بلکہ اخلاقی حساسیت کے ذریعے منظم ہونے لگتا ہے۔

بالآخر قرآنی اصلاحی منہج ایک ایسے صحت مند معاشرتی ماحول کی بنیاد رکھتا ہے جہاں افراد ایک دوسرے کے لیے بوجھ نہیں بلکہ سہارا بنتے ہیں۔ باہمی اعتماد، ذمہ داری اور اخلاقی توازن سماج کی شناخت بن جاتے ہیں، اور معاشرہ اندرونی طور پر مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس طرح قرآن کا اصلاحی نظام فرد سے شروع ہو کر معاشرے کی مجموعی اخلاقی صحت تک ایک فطری اور ہم آہنگ سفر طے کرتا ہے، جو پائیدار سماجی استحکام کی ضمانت بنتا ہے۔

نتیجہ

اس تحقیق سے یہ سامنے آتا ہے کہ سورۂ معارج میں انسانی نفسی کمزوریوں جیسے بے چینی، بے صبری اور خودغرضی وغیرہ کو محض بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ انہیں ایک منظم اور قابلِ عمل اصلاحی منہج کے تحت متوازن انسانی رویّوں میں ڈھالنے کا واضح طریقۂ کار پیش کیا گیا ہے۔ آیات 19 تا 21 میں انسانی فطرت کی تشخیص کے بعد آیات 22 تا 35 میں ایک استثنائی انسانی نمونہ سامنے لایا گیا ہے، جس کے اوصاف کے ذریعے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآنی اصلاح کا آغاز باطن کی تربیت سے ہو کر اخلاقی اور سماجی سطح تک بتدریج فروغ پاتا ہے۔

یہ بھی واضح ہوا کہ سورۂ معارج میں پیش کیا گیا اصلاحی منہج کسی ایک اخلاقی پہلو تک محدود نہیں بلکہ ایک جامع نظم کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ نماز کے ذریعے داخلی نظم اور ضبطِ نفس پیدا کیا جاتا ہے، انفاق کے ذریعے خودغرضی اور بخل کی اصلاح ہوتی ہے، ایمان بالآخرۃ انسانی اعمال کو مقصد اور جواب دہی عطا کرتا ہے، خوفِ خدا اخلاقی حدود قائم رکھتا ہے، اور امانت و دیانت سماجی اعتماد کو مضبوط بناتی ہے۔ یوں اصلاح فرد کی باطنی کیفیت سے آغاز کر کے اجتماعی عدل اور اخلاقی توازن تک پہنچتی ہے، جو قرآنی اصلاحی فکر کی ہمہ گیری کو نمایاں کرتی ہے۔

مزید یہ حقیقت بھی ابھر کر سامنے آتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اس قرآنی منہج کی عملی تصویر فراہم کرتی ہے۔ انسانی نفسی تفاوت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختلف افراد کے ساتھ مختلف اصلاحی طرزِ عمل اختیار کرنا اس

بات کا ثبوت ہے کہ قرآنی اصلاحی نظام نہ جامد ہے اور نہ غیر واقعیت پسند، بلکہ انسانی نفسیات کے عین مطابق تدریجی اور حکیمانہ ہے۔

عصرِ حاضر کے انسان کے لیے سورۂ معارج کا پیغام غیر معمولی معنویت رکھتا ہے۔ موجودہ اخلاقی انتشار، نفسی اضطراب اور سماجی ناہمواری کے تناظر میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پائیدار اصلاح نہ محض قانونی ڈھانچوں سے ممکن ہے اور نہ وقتی معاشرتی نعروں سے، بلکہ اس کے لیے انسان کے رویّوں کی داخلی تشکیل اور اخلاقی تربیت ناگزیر ہے۔ سورۂ معارج اسی نوعیت کا ایک جامع قرآنی حل پیش کرتی ہے جو ہر دور میں قابلِ اطلاق ہے۔

مستقبل کی تحقیقات کے لیے سمتیں

اس تحقیق کی روشنی میں آئندہ مطالعات کے لیے متعدد پہلو سامنے آتے ہیں۔

1. اولاً، کیفیاتِ ثلاثہ اور ان کے قرآنی حل کا تقابلی مطالعہ جدید نفسیاتی نظریات کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، تاکہ قرآنی اصلاحی منہج کی عصری معنویت مزید واضح ہو۔
2. ثانیاً، سورۂ معارج کے اصلاحی ماڈل کا دیگر مکی سورتوں، خصوصاً سورۂ قیامۃ، سورۂ بلد اور سورۂ شمس کے ساتھ تقابلی مطالعہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔
3. ثالثاً، نبوی سیرت میں اصلاحی تعامل کے مزید واقعات کو موضوعاتی انداز میں جمع کر کے قرآنی منہج کے عملی اطلاق پر مستقل تحقیقی کام کیا جا سکتا ہے۔
4. مزید برآں، عصری معاشرتی مسائل جیسے معاشی ناہمواری، خاندانی انتشار اور اخلاقی بے حسی کے قرآنی حل کو رویّوں کی تشکیل کے زاویے سے جانچنا بھی آئندہ تحقیق کے لیے ایک بامعنی میدان فراہم کرتا ہے۔

Bibliography

1. Al-Qur'an.
2. Ajzen, Icek. "The Theory of Planned Behavior." *Organizational Behavior and Human Decision Processes* 50, no. 2 (1991): 179–211.
3. Al-Azhari, Pir Muhammad Karam Shah. *Tafsir Ziya' al-Qur'an*. Lahore: Ziya' al-Qur'an Publications, 1995.
4. Al-Baydawi, Nasir al-Din Abu Sa'id 'Abd Allah ibn 'Umar ibn Muhammad al-Shirazi. *Anwar al-Tanzil wa Asrar al-Ta'wil*. Beirut: Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi, 1418 AH.
5. Al-Bazzar, Abu Bakr Ahmad ibn 'Amr ibn 'Abd al-Khaliq ibn Khallad ibn 'Ubayd Allah. *Musnad al-Bazzar*. Madinah: Maktabat al-'Ulum wa al-Hikam, 2009.
6. Al-Bukhari, Muhammad ibn Isma'il Abu 'Abd Allah al-Ju'fi. *Sahih al-Bukhari*. Cairo: Dar Tawq al-Najah, 1422 AH.
7. Al-Farabi, Abu Ibrahim Ishaq ibn Ibrahim ibn al-Husayn. *Mu'jam Diwan al-Adab*. Cairo: Mu'assasat Dar al-Sha'b lil-Sihafah wa al-Tiba'ah wa al-Nashr, 1996.
8. Al-Farahidi, Abu 'Abd al-Rahman al-Khalil ibn Ahmad ibn 'Amr ibn Tamim al-Basri. *Kitab al-'Ayn*. Beirut: Dar wa Maktabat al-Hilal, n.d.
9. Al-Tabari, Muhammad ibn Jarir ibn Yazid ibn Kathir ibn Ghalib. *Jami' al-Bayan fi Ta'wil Ay al-Qur'an*. Cairo: Dar Hajar lil-Tiba'ah wa al-Nashr wa al-Tawzi' wa al-I'lan, 2001.
10. Ibn Duraid, Abu Bakr Muhammad ibn al-Hasan ibn Duraid al-Azdi. *Jamharat al-Lughah*. Beirut: Dar al-'Ilm lil-Malayin, 1987.
11. Lally, Phillippa, Cornelia H. M. van Jaarsveld, Henry W. W. Potts, and Jane Wardle. "How Are Habits Formed? Modelling Habit Formation in the Real World." *European Journal of Social Psychology* 40, no. 6 (2010): 998–1009.
12. Pirzada, Shams. *Tafsir Da'wat al-Qur'an*. Lahore: Dar al-Andalus, 2001.
13. Qutb, Sayyid. *Fi Zilal al-Qur'an*. Beirut: Dar al-Shuruq, 2017.